محمد جعفر پھلواروی

سُنّی اور شیعہ فرقوں میں متفق علیہ روایات

ایسی روایاتِ حدیث کا تلاش کرنا جو مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلّم ہوں اگرچہ ایک بڑا مشکل کام ہے لیکن مسلمان فرقوں میں جو باہمی اختلافات ہیں اُن کو دُور کرنے اور ان میں اتّحاد و اتّفاق بڑھا کر ملّی وحدت کو مستحکم تر بنانے کے لیئے اس مشکل کام کو پُوری ذمّہ داری کے ساتھ انجام دینا نہایت ضروری ہے۔ وحدتِ امّت کو باقی رکھنا اور قوی تر بنانا ہمارا ایک اہم فرض ہے۔ پھر ہم محض اختلافی چیزوں کو دیکھنے کی بجائے ان متفق علیہ باتوں کو کیوں نہ نہ دیکھیں جو ہمیں ایک دوسرے سے قریب تر کر دیں اور باہمی محبّت و خلوص میں اضافہ کریں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے دو سب سے بڑے فرقوں میں متفق علیہ روایات کی تلاش و ترتیب کا کام ہم نے اپنے ذمّے لیا ہے اور اس کے مفید اور نتیجہ خیز ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں دو بڑے فرقے سُنّی اور شیعہ ہیں۔ شیعوں میں یوُں تو بیسیوں فرقے ہیں لیکن روایاتِ حدیث کا ذخیرہ رکھنے والا بڑا فرقہ اثنا عشری ہے۔ ان کی چار کتابیں معتبر ہیں جن کو اصُول اربعہ کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ اصُول کافی۔ اس کے مؤلّف ثقۃ الاسلام علّامہ ابُو جعفر محمد کلینی (متوفّی ۳۲۹ھ) ہیں۔ اس میں ۱۰۱۹۹ روایات ہیں۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ اس کے لکھنے والے علّامہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین قُمّی (متوفّی ۳۸۱ھ) المعروف ابن بابویہ ہیں۔ اس میں ۵۹۶۳ روایتیں ہیں۔

۳۔ تہذیب[۵] الاحکام۔ اس کے جامع علامہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی (متوفی ۴۶۱ھ) ہیں۔ اس میں ۱۳۵۹۰ روائتیں ہیں۔

۴۔ الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ اس کے مرتب بھی یہی علامہ طوسی ہیں۔ اس میں ۵۵۱۱ حدیثیں ہیں۔

اسی طرح سُنّیوں میں بھی بہت سے فرقے ہیں جن میں چار فرقے مشہور و معتبر ہیں۔ حنفی جو امام ابوحنیفہ النعمانؒ کے مقلد ہیں، مالکی جو امام مالکؒ بن انس کے متبع ہیں۔ شافعی جو امام محمد بن ادریسؒ شافعی کے پیرو ہیں۔ اور حنبلی جو امام احمد بن حنبل کی تقلید کرتے ہیں۔ سنیوں میں احادیث کی سینکڑوں کتابیں ہیں۔ ترتیب روایات کے انداز کے لحاظ سے یہ صحاح، سنن، موطّات، مسانید، معاجم، مصنفات وغیرہ میں منقسم ہیں۔ سنیوں میں بھی جن مآخذ کو معتبر مانا گیا ہے وہ چھ ہیں جنہیں اصُول ستہ کہتے ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سُنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سُنن نسائی، سُنن ابن ماجہ۔

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کی صحیح بخاری اس میں ۷۲۷۵ روایات ہیں۔

۲۔ ابوالحسین مسلم نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ) کی صحیح مسلم۔ اس میں ۴۳۴۸ روائتیں ہیں۔

۳۔ محمد بن یزید بن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) کی سنن ابن ماجہ۔ اس میں ۴۳۴۱ روائتیں ہیں۔

۴۔ ابوداؤد سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) کی سنن ابی داؤد۔ اس میں ۴۸۰۰ روایات ہیں۔

۵۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی (متوفی ۲۷۵ھ یا ۲۷۹ھ) کی سنن ترمذی۔ اس میں ۳۱۱۵ روائتیں ہیں۔

۶۔ نسائی (متوفی ۳۰۲ھ یا ۳۰۳ھ) کی سنن نسائی۔ اس میں ۴۳۲۱ روایات ہیں۔

ایک گروہ سنن ابن ماجہ کی جگہ موطّا امام مالکؒ (متوفی ۱۸۹ھ) کو رکھتا ہے۔ جس میں

۵۔ یہ طوسی کے استاذ شیخ مفید بن محمد بن نعمان کی کتاب "مقنعہ" کی شرح ہے۔

۵۰۰۱ روائتیں ہیں۔ ہم نے یہاں اصُول ستّہ کے ساتھ مؤطّا کو سامنے رکھا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بہت سی صحیح روائتیں ان سے باہر دوسری کتب حدیث میں بھی موجُود ہیں۔ ایک آدھ جگہ ہم نے ان کو بھی لے لیا ہے۔ کیونکہ وہ بڑی قیمتی ہیں مثلاً طلب العلم فریضةٌ الخ ص

متفق علیہ روایات کو تلاش کرنے میں بڑی دشواری یہ پیش آتی ہیں کہ سنّی وشیعہ دونوں بڑے فرقوں کے ذخیرۂ روایات میں رطب ویابس سبھی موجود ہیں۔ پھر جہاں ان دونوں میں اختلاف وتناقض کی کمی نہیں وہاں ہر دو فرقوں کی اپنی اپنی روایات میں بھی داخلی تخالف وتناقض موجود ہیں۔ چنانچہ مثلاً سنیوں کا ایک فرقہ ایک روایت کو لیتا ہے اور دوسرا دوسری کو۔ اس کی بھی دو شکلیں ہیں ایک یہ کہ ایک فرقہ ایک روایت کو زیادہ صحیح سمجھتا ہے اور دوسری کو غلط نہیں کہتا اسے بھی متفق علیہ ہی سمجھنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ ایک فرقہ کسی روایت کو قبول کرتا ہے تو دوسری روایات کو غلط بھی بتاتا ہے اسے متفق علیہ نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال قبول کرنا اصلی معیار رہے نہ کہ صرف صحیح مان لینا۔ تاہم اس روایت کو بھی متفق علیہ کہنا چاہیے جسے ایک فرقہ صحیح مانتا ہو اور دوسرے فرقے اسے غلط نہ کہتے ہوں خواہ قبول کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔

متفق علیہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً یکسانی موجود ہو، اس لیے ہم نے معمولی لفظی فرق کو نظرانداز کردیا ہے اور مفہوم ومعنی کی یکسانی کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظِ احادیث قرآنی الفاظ کی طرح محفوظ نہیں۔ احادیث میں ۹۵/۵ روایت بالمعنی ہے۔ کسی کی کوئی بات دوسرے کے سامنے دہراتے وقت بعینہٖ انہی الفاظ اور اسی ترتیب کا قائم رہنا بیحد دشوار ہے۔ اور روایت بالمعنی کا جواز تو خود ایک ارشادِ نبوی سے ثابت ہے۔ طبرانی کی معجم کبیر میں سلیمان بن اکیمہ کے الفاظ یوں مروی ہیں کہ

اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا بآبائنا وامھاتنا یارسول اللہ! انا نسمع منک الحدیث فلا نقدر ان

میرے ماں باپ حضُور پر قربان ہوں یارسول اللہ ہم حضور سے باتیں سنتے ہیں لیکن جس طرح سنتے ہیں

تؤدیہ کما سمعنا۔ قال اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالا واصبتم المعنی فلا بأس (ریاض السنہ صـ۵۳)

اسے اسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ فرمایا! اگر حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ بیان کرو (یعنی مقصد الثانہ ہو جائے) اور مضمون و مطلب ٹھیک ٹھیک ادا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں

اندریں صورت متفق علیہ ہونے کا صرف یہی مقصد ہے کہ مضمون میں یکسانی ہو نہ کہ لفظ بلفظ ہیں۔

شیعہ و سنی دونوں کے ہاں ایک بات پر اتفاق ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں کی روایات میں داخلی اختلافات و تناقضات موجود ہیں اور فیصلہ دونوں کے ہاں روایات پر نہیں بلکہ کسی امام یا مجتہد پر جا کر ٹھہرتا ہے۔ یعنی مجتہد جس روایت کو ترجیح دے دے اسی کو اس کے مقلد بھی قبول کر لیتے ہیں اور جن روایات کو وہ رد کر دے اسے وہ بھی رد کر دیتے ہیں۔ مقلد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ اپنے امام کی بات مان لے۔ یہ ایک ناگزیر مجبوری ہے جو عوام کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ ان میں انکار روایات کا جذبہ نہیں ہوتا بلکہ مجتہد کی بات قبول کرنے کا مثبت جذبہ ہوتا ہے۔ ایک مثال لیجئے۔

بخاری و مسلم میں ابن مسعود اور سلمہ بن اکوع سے، ترمذی میں ابن عباس سے، مسلم میں عروہ و سبرہ بن معبد سے نسائی و مسند احمد میں سبرہ بن معبد سے موطا میں عروہ سے، معجم اوسط طبرانی میں ثعلبہ بن حکیم سے اور بخاری، مسلم، ترمذی نسائی و موطا میں خود حضرت علی سے روائتیں ہیں کہ:۔
متعہ فلاں فلاں موقع پر جائز کیا گیا پھر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ یہ درست ہے کہ ان تمام روایات میں یہ اضطراب موجود ہے کہ جن مواقع پر اسے حلال کیا گیا وہ آغاز اسلام تھا یا غزوۂ اطاس یا غزوۂ تبوک یا فتح مکہ یا غزوۂ خیبر لیکن حرام ہونے پر سب روائتیں متفق ہیں یہاں تفصیلات پیش نظر نہیں ــــ

دوسری طرف شیعوں کے ہاں حضرت علی ہی سے ایک روایت ہے کہ:۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ (الاستبصار ج ۳ صـ۱۴۲)

آنحضرتؐ نے گھریلو گدھے کا گوشت اور نکاحِ متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔

گویا سنیوں کی عام روایات اور شیعوں کی اس روایت کے مطابق متعہ حرام ہے لیکن شیعوں کی دوسری روایات بکثرت ہیں جن میں متعہ کو نہ فقط جائز بلکہ ثواب عظیم تسلیم کیا گیا ہے اور اس میں

اتنی وسعت رکھی گئی ہے کہ ایک باکرہ سے اس کے والدین کی اجازت اور کسی گواہ کے بغیر بھی متعہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ اس میں شائبہ کراہت موجود ہے۔

کہنا یہ ہے کہ اگرچہ حرمتِ متعہ کی ایک روایت شیعوں کے ہاں بھی موجود ہے اور اس مسئلے پر شیعہ وسنی کا اتفاق ہوسکتا تھا لیکن انحصار اس روایت پر نہیں بلکہ علامہ طوسی کے فیصلے پر رکھا گیا ہے وہ اس کی دو وجہیں لکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت علی نے یہ تقیۃً فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ دوسری روایات اس کے خلاف ہیں۔ طوسی کے الفاظ یوں ہیں:-

فالوجه فی هذه الروایة ان نحملها علی التقیة لانها موافقة لمذاهب العامة والاخبار الاولة موافقة لظاهر الکتاب واجماع الفرقة المحقة علی موجبها فیجب ان یکون العمل بها دون هذه الروایة الشاذة

اس روایت کی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہم اسے تقیۂ[له] پر محمول کریں کیونکہ یہ عوام (اہل سنت) کے مذاہب کے مطابق ہے اور جو روایتیں اوپر بیان ہوئی ہیں وہ کتاب اللہ کے بھی مطابق ہے اور حق پرست فرقے کا اجماع بھی اس کے جواز پر ہی ہے اسی پر عمل کرنا ضروری ہے نہ کہ اس شاذ روایت پر۔

یہاں تو خیر اجماع فرقۂ شیعہ کا ذکر ہے۔ ورنہ دوسرے پچاسوں مقامات ایسے ہیں جہاں صرف طوسی نے اپنی رائے سے کسی روایت کو ترجیح دی ہے اور دوسری روایت کو ترک کر دیا ہے۔ گویا اصل اعتماد روایات پر نہیں بلکہ ایک مجتہد کی رائے پر ہے اور یہی صورت سنیوں کے ہاں بھی ہے۔ احادیث خواہ کتنی ہی ہوں لیکن ہر فرقہ اس روایت کو تسلیم کرتا ہے جس کو اس کے امام و مجتہد نے تسلیم کیا ہو۔

طوسی کی عظمت بلا وجہ نہیں۔ اپنے وفورِ علم، محنتِ شاقہ اور تحقیق و اجتہاد کی وجہ سے ان کو فرقۂ اثنا عشریہ کے ائمہ کے بعد سب سے بڑے درجے کا مالک تسلیم کیا گیا ہے۔ آیۃ اللہ بحر العلوم طباطبائی

له تطبیق بین الروایات کے سلسلے میں علامہ طوسی نے کئی سو مقامات پر تقیۂ ہی کی توجیہ پیش کی ہے۔

انہیں امام الفرقۃ بعد الائمۃ المعصومین لکھتے ہیں (مقدمۃ الاستبصار ج ۱ ص ک بحوالہ فوائد الرجالیہ)
ان کا انداز یہ ہے کہ ایک باب میں تمام روایات نقل کر دیتے ہیں جو باہم مختلف یا متضاد بھی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ان میں عمدہ تطبیق پیدا کرتے ہیں۔ مختلف روائیتوں میں ان کی تطبیق کی صورت یہ ہوتی ہے کہ

۱) فلاں روایت فلاں موقعے کے لئے ہے اور فلاں روایت فلاں موقعے کے لئے یا

۲) فلاں حکم استحباب کے لئے ہے نہ کہ ایجاب کے لئے یا

۳) فلاں حکم کراہت کے لئے ہے نہ کہ حظر (حرمت) کے لئے یا

۴) فلاں روایت کا فلاں راوی ضعیف ہے لہذا اس کے مقابلے میں فلاں راوی کی روایت قابل قبول ہے یا

۵) فلاں بات تقیئے کے طور پر کہی گئی ہے اور اصل صحیح مسلک یوں ہے جو فلاں روایت میں ہے (تطبیق کی یہ شکل طوسی کے ہاں بڑی کثرت سے موجود ہے) یا

۶) فلاں بات قرآن کی صراحت یا عموم کے خلاف ہے لہذا یہ روایت قابل تسلیم نہیں۔

ہمارے خیال میں یہ آخری صورتِ تطبیق اس قدر معقول ہے کہ کسی فرقے کو اس سے اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ سچ پوچھئے تو روایت کی صحت کا اس سے بہتر کوئی معیار نہیں۔ شیعوں اور سنیوں دونوں کے ہاں یہ اصول مسلم ہے۔ مسند احمد کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:۔

تکثر لکم الاحادیث بعدی فما روی لکم حدیث عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ	میرے بعد تم سے بڑی کثرت سے حدیثیں بیان کی جائیں گی لہذا میری کوئی حدیث تم سے روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ (قرآن) کے سامنے پیش کرو پھر جو اس کے مطابق ہو اسے قبول کرو اور جو اس کے خلاف ہو اسے رد کر دو۔

* علامہ تفتازانی کی "توضیح تلویح" کے حاشیے پر یہ روایت بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہے لیکن بخاری کے موجودہ نسخوں میں یہ موجود نہیں۔

شیعوں کے ہاں بھی اسی مضمون کی حدیث کافی اور استبصار میں موجود ہے۔ استبصار کے الفاظ

یوں ہیں اور یہ ائمہ سے مروی ہیں:

.... روی عنھم علیھم السلام ما آتاکم منا فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوا بہ وما خالفہ فاطرحوہ (جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)[1]

ائمہؑ سے مروی ہے کہ: ہماری طرف سے تمہارے پاس جو کچھ بھی آئے اسے کتاب اللہ (قرآن) کے سامنے پیش کرو۔ پھر جو کچھ کتاب اللہ کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کچھ اس کے خلاف ہو اسے پھینک دو۔

فی الواقع یہ ایک ایسا معیار ہے جو بے شمار باہمی اختلافات کو مٹا سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ معیار ہر فرقے میں مسلم ہونے کے باوجود اس کے خلاف بھی عمل ہوتا ہے۔ جہاں تک قرانی اصول کی تشریح یا اجمال کی تفصیل کا تعلق ہے روایات کو قبول کرنا ضروری ہے۔ لیکن جب کوئی روایت قرآن کی اسپرٹ سے متصادم ہو یا انبیاء کی سیرت گرامی کو داغدار کرتی ہو یا عقل و مشاہدہ کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حدیث رسولؐ ہی نہیں بلکہ راوی کے بیان میں تسامح ہوگیا ہے۔ اور ایسی صورتوں میں کسی روایت کو "قاضی علی الکتاب یا ناسخ الکتاب" ماننے کی بجائے مذکورۂ بالا صحیح معیار ہی کو قائم رکھنا چاہیے۔

۱۔ کافی ج ۱، باب بست وسوم (باب الاخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب) میں چار اخبار اسی مضمون کے آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: (۱) .... فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ۔ جو کتاب اللہ کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ (۲) حضرت ابو عبد اللہؑ نے فرمایا: کل شیء مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف۔ ہر چیز کتاب وسنت کی طرف لوٹائی جائے گی اور ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مطابق نہ ہو آراستہ دروغ ہے۔ (۳) حضرت ابو عبد اللہؑ نے فرمایا: مالم یوافق من الحدیث القرآن فھو زخرف۔ جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو دروغ آراستہ ہے۔ (۴) آنحضرتؐ نے خطبے میں فرمایا: ایھا الناس ما جاءکم عنی یوافق کتاب اللہ فانا قلتہ وما جاءکم یخالف کتاب اللہ فلم اقلہ۔ لوگو! میرے حوالے سے جو کچھ تمہارے پاس کتاب اللہ کے مطابق آئے وہ سمجھو کہ میں نے کہا ہے اور جو کچھ کتاب اللہ کے خلاف آئے تو جان لو کہ میں نے وہ کہا ہی نہیں۔

اس وقت اس مضمون کی تفصیل پیش نظر نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ معاملہ کسی فرقے کے ہاں روایات سے کہیں زیادہ اس فرقے کے مجتہد کے فیصلے پر ٹھہرتا ہے۔ وہ جسے قابل قبول یا راجح یا قابل رد قرار دے اسی طرح اسے مقلد بھی مان لیتا ہے۔ سنیوں اور شیعوں دونوں میں یہی اصول کارفرما ہے۔ سنیوں اور شیعوں کے اندازِ روایت میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ سنیوں کے ہاں ہر ارشاد نبوی[1] کے لیے ایک متصل سند کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی روایات کو مرفوع کہتے ہیں۔ بیچ میں اگر کوئی راوی غائب ہو تو وہ روایت "منقطع" ہوتی ہے۔ اور اگر آخری راوی غائب ہو تو اسے "مرسل" کہتے ہیں۔ اگر کوئی صحابی کوئی بات بیان کرے تو یا تو وہ اس کی اپنی رائے ہوتی ہے یا یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ اس نے اسے حضورؐ سے سنا ہوگا۔ ارشاد نبوی کو حدیث اور قول صحابہ کو اثر کہا جاتا ہے۔ ایک طریقۂ روایت یہ بھی ہے کہ ایک محدث سند بیان کیے بغیر اختصار کے لیے یوں کہتا ہے کہ فلاں صحابی نے یا آں حضورؐ نے یوں فرمایا ہے یا یوں کہتا ہے کہ: مجھے یہ روایت پہنچی ہے۔ اول کو تعلیقات اور دوسری کو بلاغات کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بے سند بات کہہ رہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس سند کو وہ اس وقت ضرورۃً حذف کر رہا ہے وہ دراصل اس کے نزدیک قابلِ اعتماد ہے۔ ایسی تعلیقی یا بلاغی روایات کی تعداد زیادہ نہیں۔

لیکن شیعوں کے ہاں روایت کی صحت کے لیے مرفوع متصل ہونا ضروری نہیں۔ ان کے ہاں صرف اسی قدر کافی ہے کہ کسی "امام معصوم" تک سند متصل ہو اور وہ امام خواہ اپنی طرف سے کوئی بات کہے یا کسی دوسرے امام سابق کے حوالے سے بیان کرے یا اسے قول رسولؐ کہہ کر بیان کرے یہ سب ان کے ہاں احادیث میں داخل ہیں۔ مگر اس کے لیے انھوں نے حدیث یا اثر کی بجائے ایک الگ اصطلاح مقرر کی ہے اور وہ ہے "اخبار"۔ خبر کا لفظ سنیوں کے ہاں بھی حدیث یا اثر کے معنوں میں

۱۔ ہم اختصار کے لیے ارشاد یا قول کا لفظ لکھ دیتے ہیں ورنہ حدیث میں قول، فعل اور تقریر سب داخل ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ بات حضورؐ کے سامنے ہوئی ہو اور اس پر حضورؐ خاموش رہے ہوں۔

رائج ہے۔ گویا شیعوں کے ہاں امام کا فرمان اخبار ہیں اور یہ اخبار سنّیوں کی تعلیقات یا بلاغات سے مشابہہ ہیں۔

دوسرا فرق شیعوں اور سنّیوں کے طریقۂ روایت میں یہ ہے کہ سنّیوں میں ہر صحابی یا تابعی کی روایت لے لیتے ہیں، اور شیعوں کے ہاں صرف وہی روایات مقبول ہیں جو اُن کے ائمہ سے مروی ہوں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سنّیوں میں جس طرح بعض "یابس" داخل ہو گئے اسی طرح شیعوں میں کچھ "رطب" چھوٹ گئے۔

ہمیں بڑی مشکلوں سے چند روایتیں ایسی مل سکیں جو سنّیوں اور شیعوں میں متفق علیہ ہوں۔ لیکن ایک دشواری پھر بھی ایسی ہے جو ناگزیر ہے اور اس سے بچنے کی کوئی شکل موجود نہیں۔ وہ یہ ہے کہ جن متفق علیہ روایات کو ہم نے لیا ہے وہ لفظاً یا معناً اگرچہ متفق علیہ ہیں لیکن ان کی تعبیر و تفسیر میں یا تفصیلات و جزئیات میں مجتہدین مختلف ہیں، جس کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہم نے تو صرف وہی روایتیں لی ہیں جو لفظاً یا معناً متفق علیہ ہوں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ اگر تعبیر یا جزئی تفصیلات کے اختلاف کو پیشِ نظر رکھا جائے تو پھر قرآن کی آیات کو بھی متفق علیہ کہنا دشوار ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن حرفاً حرفاً ہر فرقے کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اس کی ایک مثال لیجیے: سنّیوں کی روایت میں بھی بیٹے کی کمائی میں سے باپ کو لینے کا حق ہے اور شیعوں کی روایت میں بھی یہ چیز موجود ہے۔ گویا اس بات میں دونوں متفق ہیں لیکن کیا اجازت بھی شرط ہے یا نہیں؟ کوئی دوسری شرط بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور سب لیا جا سکتا ہے یا کچھ حصہ؟ پھر اس "کچھ" کی کیا حدود ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ تفصیلات ہیں جن میں اختلاف ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اور اس سے ہمیں سر دست بحث نہیں۔ ہم نے وہی بات لی ہے جو متفق علیہ ہے۔ اس کی مثال قرآن سے یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ اٰتوا الزکوٰۃ کا حکم ہر فرقے کے نزدیک مسلّم ہے۔ لیکن تفصیلات میں ظاہر ہے کہ بڑے اختلافات ہیں۔ زکوٰۃ وصول کرنے کا کون حق دار ہے؟ کس کس قسم کے مال پر اور کتنی مقدار پر زکوٰۃ ہے؟ اور کس پر نہیں؟ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں کس کس کو خارج کیا جا سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ایسی بہت سی تفصیلات ہیں جن میں بے شمار اختلافات ہیں۔ لیکن ان اختلافات کو دیکھ کر ہم

یہ نہیں کہہ سکتے کہ اتوا الزکوٰۃ بھی کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ایک روایت میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ دوسری جگہ ایک ہی روایت میں نہیں ملتیں بلکہ متعدد روایتوں کو ملانے کے بعد مضمون مکمل ہوتا ہے اس لیے ہم نے کئی جگہ یہ کیا ہے کہ ایک روایت کے مقابلے میں دوسری متعدد روایات لکھ دی ہیں مثلاً ابن عباس کی ایک روایت میں تین باتیں اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اس کے مقابلے میں اس کے مطابق کوئی ایسی روایت نہ تھی جو تنہا ان تینوں باتوں کو بیان کرتی لیکن تین متعدد روایتوں میں وہ تینوں باتیں آجاتی ہیں لہذا ہم نے ان تینوں کو لکھ دیا۔

اسی طرح جہاں ایک روایت کے مقابلے میں دوسری روایت ملی اور اس میں کئی دوسری باتیں بھی بیان ہوئی ہوں تو ہم نے اس روایت کے اتنے ہی حصے کو لیا ہے جس سے مضمون کا تطابق ہوتا ہو۔ باقی غیر متعلق حصے کو نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔

بعض روایات ایک ہی کتاب میں کئی کئی جگہ آئی ہیں مثلاً الولد للفراش والی روایت بخاری کی کتاب میں الوصایا، کتاب البیوع، کتاب المغازی، کتاب الفرائض، کتاب الحدود، کتاب الاحکام، وغیرہ سب میں موجود ہے۔ ایسے مواقع پر ایک کتاب کا ایک ہی حوالہ کافی ہونا چاہیے لیکن ہم نے بعض مقامات پر متعدد حوالے بھی دے دیے ہیں تاکہ اگر کوئی تلاش کرنا چاہے تو اسے آسانی ہو۔

ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ صرف معاملات ہی کی متفق علیہ روایات کو درج کریں گے۔ عقائد اور عبادات کو نظر انداز کر دیں گے۔ لیکن عبادات میں زکوٰۃ ایک ایسا باب ہے جسے معاملات سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ہم نے زکوٰۃ کو بھی لے لیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ صوم اور صلوٰۃ کو بھی۔ گویا عبادات میں سے ایک ہی چیز ایسی ہے جس کو ہم نے ابھی ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور وہ ہے حج۔

یہ کام اپنی نوعیت کا پہلا قدم ہے جو ہم نے اٹھانے کی ہمت کی ہے۔ خدا کرے یہ امتِ منتشرہ امتِ واحدہ ہو جائے اور آپس کا تعصب و منافرہ دور ہو جائے۔

اب متفق علیہ روایات ملاحظہ ہوں:

توحید

رب بنانے کا مطلب

(عدی بن حاتم) ...... وسمعتہ یقول اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال انہم لم یکونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا لہم شیئا استحلوہ واذا حرّموا علیہم شیئا حرّموہ ترمذی (تفسیر)

میں نے حضورؐ کو اتخذوا احبارہم الخ کا مطلب یوں بیان کرتے سنا کہ وہ لوگ ان (یہودی و نصرانی علماء و مشائخ) کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ جب وہ کسی چیز کو حلال کرتے وہ اسے حلال مان لیتے اور جب وہ کسی شے کو حرام کرتے تو اسے حرام سمجھ لیتے۔

(ابوعبداللہ) قال الراوی قلت اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال: اما واللہ مادعوہم الی عبادۃ انفسہم ولو دعوہم ما اجابوہم ولکن احلوا لہم حراما وحرموا علیہم حلالا فعبدوہم من حیث لایشعرون

کافی، ص ۲۰

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (جعفر صادقؑ) سے آیت اتخذوا احبارہم الخ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ وہ (یہودی علماء و مشائخ) اپنی عبادت کی دعوت نہیں دیتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے لوگ اسے منظور ہی نہ کرتے۔ بلکہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح لوگ غیر شعوری طور پر ان کی عبادت کر لیتے تھے۔

آفرینشِ عقل

(ابن مسعود) مرفوعا: اول ما خلق اللہ العقل قال لہ اقبل فاقبل وادبر فادبر فقال ما خلقت خلقا احب الیّ منک ولا ارکبک الا فی احب

(ابوجعفر) لما خلق اللہ العقل استنطقہ ثم قال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر ثم قال وعزتی وجلالی ما خلقت خلقا ہو

الخلق الیّ (رزین)

اللہ نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے اس سے فرمایا کہ آگے آ۔ وہ آگے آئی (پھر کہا) پیچھے جا۔ وہ پیچھے چلی گئی۔ پھر فرمایا: میں نے تجھ سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں پیدا کی ہے اور میں تجھ کو اسی میں ڈالوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

احب الی منک لا المکنک الافیمن احب ...

(کافی، ص ۶)

اللہ نے جب عقل کو پیدا کیا تو اسے نطق بخشا اور اس سے کہا کہ آگے آ۔ وہ آگے آئی۔ پھر کہا پیچھے جا۔ وہ پیچھے چلی گئی۔ پھر کہا میرے عزت وجلال کی قسم میں نے تجھ سے زیادہ محبوب کوئی شے نہیں پیدا کی ہے اور میں تجھے اسی کے اندر مکمل کروں گا جو مجھے پسند ہو۔

ایمانیات و اسلامیات

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

(ابن عمر) مرفوعاً[1]: المسلم اخو المسلم

بخاری (مظالم)، مسلم (بر)، ابو داؤد (ادب)، ترمذی (بر) ابن ماجہ (کفارات)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

(ابو عبداللہ) .... المسلم اخو المسلم ....

استبصار ۳/۴، تہذیب ۲/۵۶

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

اعمال میں میانہ روی

(انس) مرفوعا: .... ولکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی

بخاری (نکاح)، مسلم (نکاح)، نسائی (صیام)، ابوداؤد (تطوع)

لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نیز نماز بھی ادا کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا

(ابو جعفر) مرفوعا: ..... اما انی اصلی و انام واصوم وافطر واضحک وابکی فمن رغب عن منہاجی وسنتی فلیس منی

کافی ایضاً ص ۴۰۸

اور میں تو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ نیز روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ پھر ہنستا بھی ہوں اور روتا بھی ہوں۔ پس جو میرے طریقے

۱۔ جہاں مرفوعاً ہو اس کا مطلب قول رسولؐ ہے۔

ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں۔ پس جو میری سنّت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں

اور میری سنّت سے ہٹ جائے وہ مجھ سے نہیں

(ابن عباس) مرفوعاً: لکل عامل شرّۃ و لکل شرۃ فترۃ فمن صارت فترتہ الی سنتی فقد اہتدی ومن اخطأ فقد ضل

ترمذی (قیامہ) نیز رزین مسند احمد

ہر عامل میں ایک چستی ہوتی ہے اور ہر چستی کے ساتھ ایک سستی ہوتی ہے۔ پس جس کی سستی میری سنّت کی طرف لوٹے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس میں غلطی کرے وہ گمراہ ہے۔

(ابو جعفر) مرفوعاً: الا ان لکل عبادۃ شرۃ ثم تصیر الی فترۃ فمن صارت شرۃ عبادتہ الی سنتی فقد اہتدی ومن خالف سنتی فقد ضل وکان عملہ فی تباب۔ (کافی اص ۴۰۸)

سن لو کہ ہر عبادت میں ایک چستی ہوتی ہے پھر وہ سستی کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ پس جس کی عبادت کی چستی میری سنت کی طرف لوٹے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو میری سنت کے خلاف جائے وہ گمراہ ہے اور اس کا عمل برباد ہے

احب الاعمال

(عائشہ) مرفوعاً: . . . . وان احب الاعمال الی اللہ ما دام وان قلّ

بخاری (لباس) ترمذی (ادب)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل ہے جس میں دوام ہو خواہ وہ تھوڑا ہی ہو

(ابو جعفر) احب الاعمال الی اللہ عزوجل ما داوم علیہ العبد وان قلّ

(کافی اص ۴۰۴)

اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جس پر بندہ مداومت رکھے اگرچہ وہ مختصر ہو

گمان بہ حق تعہ

(واثلہ بن اسقع) مرفوعاً: قال اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء

(ابو الحسن الرضا) احسن الظن باللہ فان اللہ عزوجل یقول انا عند ظن عبدی المومن بی، ان

بخاری (توحید) مسلم (توبہ) ترمذی (زہد) ابن ماجہ (ادب)

اللہ کا کہنا تو یہ ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے میں ویسا ہی ثابت ہوتا ہوں۔ اب اسے اختیار ہے کہ میرے بارے میں جیسا گمان چاہے رکھے۔

خیرا فخیرا وان شرا فشرا (کافی، ص ۴۰۱)

اللہ کا فرمانا تو یہ ہے کہ میرا مومن بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے میں اسی کے مطابق ہوتا ہوں۔ اگر نیک گمان ہو تو ویسا ہی ہوں گا اور اگر غلط گمان ہو تو ویسا ہوں گا

نیت کا اثر عمل پر

(عمر) مرفوعا: انما الاعمال بالنیات

(بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

تمام اعمال (کا اجر) نیتوں کے ساتھ وابستہ ہے

(علی بن الحسین) لا عمل الا بنیۃ

(کافی، ص ۴۰۸)

کوئی عمل ایسا نہیں جو باعتبار (اجر) نیت سے وابستہ نہ ہو

نبیؐ کی عبادتی عزیمت

(المغیرۃ بن شعبۃ وعائشۃ) قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا (بخاری (تہجد)، مسلم (منافقین)، ترمذی (صلوٰۃ)، نسائی (قیام اللیل) ابن ماجہ (اقامۃ)

حضورؐ نماز شب میں اتنا قیام بھی فرماتے کہ قدم مبارک میں سوجن آجاتی۔ عرض کیا گیا کہ اللہ نے تو حضورؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں (پھر اتنی شدید ریاضت کیوں؟) فرمایا: تو کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(ابو جعفر) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عند عائشۃ لیلتھا فقالت یا رسول اللہ لم تتعب نفسک وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال یا عائشۃ الا اکون عبدا شکورا

(کافی، ص ۴۱۴)

آں حضرتؐ ایک شب عائشہ کے پاس تھے تو آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ جب اللہ نے حضورؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے تو اپنی جان کو کیوں (عبادت میں) تھکاتے ہیں؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حب و بغض للٰہی

(ابو امامہ) مرفوعا: من احب للہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان

ابو داؤد (سنۃ)، ترمذی (قیامہ)

کامل ہے اس کا ایمان جس نے اللہ کے لیے محبت کرے اسی کے لیے بغض رکھے۔ اسی کے لیے دے اور اسی کے لیے روکے۔

(ابو عبد اللہ) من اوثق عری الایمان ان یحب فی اللہ و یبغض فی اللہ و یعطی فی اللہ و یمنع فی اللہ (کافی، ص ۴۲۹)

ایمان کی سب سے مضبوط کڑی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں محبت کرے، اسی کی راہ میں بغض رکھے۔ اسی کی راہ میں دے اور اسی کی راہ میں روکے

(انس) مرفوعا: المرء مع من احب . . . . .

(بخاری (ادب) مسلم (بر) ابو داؤد، ترمذی (زہد)

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا

(ابو جعفر) . . . . المرء مع من احب . . . .

(کافی، ص ۴۳۱)

انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرتا ہے

(معاذ) مرفوعا: المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون و الشھداء

ترمذی (زہد)

[illegible] کی خاطر باہم محبت رکھنے والوں کیلئے نور کے [illegible] ہوں گے۔ نبیوں اور شہیدوں کو بھی ان پر رشک ہوگا

(۱) (ابو عبد اللہ) المتحابون فی اللہ یوم القیمۃ علی منابر من نور . . . . .

(۲) (ابیضا) مرفوعا: . . . . یغبطھم بمنزلتھم کل ملک مقرب و کل نبی مرسل . . . . .

(کافی، ص ۴۳۰)

اللہ کی راہ میں باہم محبت رکھنے والے بروز حشر نورانی منبروں پر ہوں گے

. . . . . ان کی منزلت کو دیکھ کر تمام مقرب فرشتے اور سارے انبیائے مرسلین بھی رشک کریں گے

مسلم و مومن اور مہاجر کی تعریف

(ابو ہریرۃ) مرفوعا: المسلم من سلم المسلمون

(ابو جعفر) مرفوعا: الا انبئکم بالمومن من ائتمنہ

من لسانه دیده ، والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (بخاری (ایمان)، ترمذی (ایمان)، نسائی (ایمان)، مسلم (ایمان) ابوداؤد (جهاد)، ابن ماجه (فتن)

(ابن عمرو ابن العاص) مرفوعا: .... والمهاجر من هجر مانهی الله عنه (نسائی، بخاری، ابوداؤد)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے لوگ اپنے جان و مال کے بارے میں مطمئن رہیں ..... اور مہاجر وہ ہے جو منہیات خداوندی کو چھوڑ دے

المومنون علی انفسهم واموالهم الا ابنئکم بالمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر السیئات وترک ماحرم الله .....

(کافی، ص ۴۹۲)

میں تمہیں بتا نہ دوں کہ مومن کون ہوتا ہے؟ مومن وہ ہے جس کی طرف سے دوسرے مومنین اپنے جان و مال کے بارے میں مطمئن رہیں۔ میں بتاؤں کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے، اور محرمات الٰہیہ کو ترک کر دے۔

مسلمان کی مثال

(ابن عمر) مرفوعا: ان من الشجر شجرة لا یسقط ورقها وانها مثل المسلم ..... قالوا ماهی یارسول الله؟ قال هی النخلة

بخاری (علم)، مسلم (منافقین)، ترمذی (امثال)

درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہی مسلمان کی مثال ہے .... لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سا درخت ہے یارسول اللہ؟ فرمایا: کھجور

(ابوعبدالله) مرفوعا: المومن کمثل شجرة لا یتحات ورقها فی شتاء ولا صیف قالوا یارسول الله وماهی؟ قال النخلة

ایضاً ایضاً

مومن کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کے پتے نہ سردیوں میں جھڑتے ہیں نہ گرمیوں میں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ وہ کون سا درخت ہے؟ فرمایا: کھجور

مسلمان بار بار دھوکا نہیں کھاتا

(ابوہریرہ) مرفوعاً: المومن لایلدغ من جحر مرتین (بخاری (ادب)، مسلم (زہد)، ابوداؤد (ادب) ابن ماجہ (فتن)

مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا

(ابوعبداللہ) المومن لا یلسع من جحر مرتین

کافی، ص ۶۹۴

مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا

دنیا مسلمان کے لیے

(ابوہریرہ)، مرفوعا: الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر

مسلم (زہد)، ترمذی (زہد)، ابن ماجہ (زہد)

دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کی جنت ہے

(ابوعبداللہ) ..... اما علمت ان الدنیا سجن المومن (کافی، ص ۵۰۰)

تمھیں معلوم نہیں کہ دنیا مومن کا قیدخانہ ہے؟

کبائر اور ایمان

(ابوہریرہ) مرفوعا: اذا زنی الرجل خرج منہ الایمان وکان علیہ کالظلۃ فاذا اقلع رجع الیہ الایمان

ابوداؤد (سنت)، ترمذی (ایمان)

جب کوئی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے باہر نکل جاتا ہے اور چھتری کی طرح اس کے اوپر معلق رہتا ہے پھر جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس میں لوٹ آتا ہے

(محمد بن عبدہ) قلت لابی عبداللہ لایزنی الزانی وہو مؤمن؟ قال لا اذا کان علی بطنہا سلب الایمان فاذا اقام ردّ علیہ .....

کافی، ص ۵۱۲

میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا؟ کہا ایسا نہیں بلکہ جب وہ شکم کے اوپر ہوتا ہے تو ایمان سلب ہو جاتا ہے پھر جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو وہ لوٹا دیا جاتا ہے

منافق کی علامت

(ابوہریرہ) مرفوعا: آیۃ المنافق ثلث وان صام وصلی وزعم انہ مسلم اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب

(ابوعبداللہ) مرفوعاً: ثلث من کن فیہ کان منافقا وان صام وصلی وزعم انہ مسلم من اذا اؤتمن خان

واذا وعد اخلف

بخاری (ایمان) مسلم (ایمان) ترمذی (ایمان)

منافق کی تین علامتیں ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ وہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے

واذا حدث کذب واذا وعد اخلف ....

کافی، ص ۵۱۸

یہ تین باتیں جس میں موجود ہوں وہ منافق ہے خواہ وہ روزے دار اور نمازی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ گمان کرتا ہو۔ یہ وہ ہے کہ جب اسے امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے

مومن ناپاک نہیں ہوتا

(ابوہریرہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی بعض طرق المدینۃ وھو جنب فانخنس فاغتسل ثم جاء فقال این کنت یا ابا ہریرۃ؟ قال کنت جنبا فکرہت ان اجالسک وانا علی غیر طہارۃ قال سبحان اللہ ان المسلم لا ینجس

بخاری (غسل) ابوداؤد (طہارۃ) ترمذی (طہارۃ)
نسائی (طہارت)

آنحضورؐ مدینے کی کسی گلی میں ابوہریرہ سے ملے اس وقت وہ حالت جنابت میں تھے۔ اس لیے کھسک گئے۔ اور غسل کرنے کے بعد آئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ ابوہریرہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں اس وقت جنبی تھا اس لیے ناطہارتی کی حالت میں حضورؐ کے ساتھ جاکر بیٹھنا پسند نہ آیا۔ فرمایا سبحان اللہ۔ مسلمان اتنا ناپاک

(ابوعبداللہ) لقی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ حذیفۃ فمد النبیؐ یدہ فکف حذیفۃ یدہ فقال النبیؐ یا حذیفۃ بسطت یدی الیک فکففت یدک عنی فقال حذیفۃ یا رسول اللہ بیدک الرغبۃ ولکنی کنت جنبا فلم احب ان تمس یدی یدک وانا جنب فقال النبیؐ اما تعلم ان المسلمین اذا التقیا فتصافحا تحاتت ذنوبھما کما تتحات ورق الشجر (کافی، ص ۴۶۵)

آں حضرتؐ حذیفہ سے ملے اور اپنا دست مبارک (مصافحے کے لیے) بڑھایا مگر حذیفہ نے اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ پوچھا کہ حذیفہ میں نے تمھاری طرف ہاتھ بڑھایا اور تم نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ حذیفہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے دست مبارک کی چاہت تو تھی مگر میں حالت جنابت میں تھا اس لیے یہ پسند نہ کیا

نہیں ہوتا

کہ ناپاکی کی حالت میں میرا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ کو مس کرے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ دو مسلمان جب ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں؟

قلبی کیفیات کا مدّ وجزر

(حنظلۃ التمیمی الاسیدی) ..... فقلت نافق حنظلۃ یارسول اللہ فقال ماذاک؟ قلت نکون عندک تذکرنا بالنار والجنۃ کانا رأی عین فاذا خرجنا من عندک عافسنا الازواج والاولاد والضیعات ونسینا کثیرا فقال صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ماتکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم وفی طرقکم ......

ترمذی (قیامہ) مسلم (توبہ) ابن ماجہ (زہد)

حنظلہ ابوبکرؓ کے ساتھ اپنی اپنی قلبی کیفیات بیان کرنے حضورؐ کے پاس آئے اور کیفیت کی ترجمانی کرتے ہوئے انھوں نے عرض کیا کہ، یارسول اللہ حنظلہ (یعنی میں) تو منافق ہوگیا۔ حضورؐ نے پوچھا: معاملہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہم لوگ حضورؐ کے پاس ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ وبہشت کا ذکر فرماتے ہیں تو دونوں گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن جب حضورؐ کے پاس سے واپس جاتے ہیں تو اہل وعیال اور جائداد

(ابوجعفر) ..... ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قالوا یارسول اللہ نخاف علینا النفاق فقال ولم تخافون ذلک قالوا اذا کنا عندک فذکرتنا ورغبتنا وجلنا ونسینا الدنیا وزہدنا حتی کانا نعاین الاخرۃ والجنۃ والنار ونحن عندک واذا خرجنا من عندک ودخلنا ہذہ البیوت وشممنا الاولاد ورأینا العیال والاہل نکاد ان نحول عن الحال التی کنا علیہا عندک حتی کانا لم نکن علی شیء افتخاف علینا ان یکون ذلک نفاقا فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کلا ان ہذہ خطوات الشیطان فیرغبکم فی الدنیا واللہ لو تدومون علی الحال التی وصفتم انفسکم بہا لصافحتکم الملائکۃ ومشیتم علی الماء ..... (کافی، ص ۵۰۲)

اصحاب رسولؐ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمیں اپنے اوپر نفاق کا اندیشہ ہوتا ہے۔ پوچھا یہ اندیشہ کیوں ہے؟ عرض کیا کہ جب ہم حضورؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ تذکیر وترغیب فرماتے ہیں تو ہم بن دنیا

کے جھگڑوں میں پھنس کر بہت سی باتوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تمھارے اندر جو کیفیت میرے پاس رہ کر پیدا ہوتی ہے اگر وہی ہر وقت تم میں قائم رہے توگھروں اور گلیوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کریں ....

کو فراموش کر کے ایسا زہد آجاتا ہے کہ ہم آخرت، جنت اور جہنم کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں لیکن جب حضورؐ کے پاس سے واپس جاتے ہیں اور اپنے گھروں میں جاکر اپنی اولاد کو سونگھتے اور اپنے اہل وعیال کو دیکھتے ہیں تو جس کیفیت میں ہم حضورؐ کے پاس تھے اس سے یوں بدلنے لگتے ہیں جیسے ہم پر وہ کیفیت گزری ہی نہ ہو، تو کیا ہمیں اس کے نفاق ہونے کا اندیشہ ہونا چاہیے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہرگز نہیں یہ تو شیطان کے اقدامات ہیں تاکہ تم میں دنیا کی رغبت پیدا کر دے۔ خدا کی قسم تم اپنی جو حالت بیان کرتے ہو اگر اسی پر ہمیشہ قائم رہو تو تم سے فرشتے مصافحہ کریں اور تم پانی پر چلنے لگو ....

وسوسوں کا احساس دلیلِ ایمان ہے

(ابو ہریرہ) جاءہ اناس من اصحابہ فقالوا یا رسول اللّٰہ نجد فی انفسنا الشی نعظم ان نتکلم بہ (او الکلام بہ) ما نحب ان لنا و انا تکلمنا بہ۔ قال او قد وجدتموہ؟ قالوا نعم، قال ذلک صریح الایمان

مسلم (ایمان) ابو داؤد (ادب)

چند اصحاب رسولؐ، حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے دلوں میں بعض ایسے خیالات آجاتے ہیں جن کا زبان سے اظہار ہم پر گراں ہوتا ہے۔ اگر ہمیں دنیا کی دولت مل جائے جب بھی ہم ان کو زبان پر لانا پسند

(ابو جعفر) .... قد شکا قوم الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ لما تعرض لہم لان تہوی بہم الریح او یقطعوا احب الیہم من ان یتکلموا بہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ اتجدون ذلک؟ قالوا نعم، فقال والذی نفسی بیدہ ان ذلک لصریح الایمان ....

کافی، ص ۲۸۷

چند لوگوں نے حضورؐ سے ایسے خطراتِ قلبی کی شکایت کی کہ ہوا کا انھیں اڑا لے جانا یا ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا انھیں کے اظہار سے زیادہ پسند ہے۔ حضورؐ نے

نہیں کریں گے۔ فرمایا: کیا تمھیں اس سے رنج ہوتا ہے۔ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: یہ تو مومن ایمان ہے۔

پوچھا: کیا تمھیں اس سے رنج ہوتا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری زندگی ہے یہ تو مومن ایمان ہے۔

گناہ کے مدارج

(ابوہریرہ) مرفوعا: ان المومن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ، فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ فان زاد زادت فذلک الران الذی ذکرہ اللہ فی کتابہ " کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون ۔

ابن ماجہ (زہد) ترمذی (تفسیر) مسلم (ایمان) موطا (کلام)

(ابوجعفر) مامن عبد الا وفی قلبہ نکتۃ بیضاء فاذا اذنب ذنبا خرج فی النکتۃ سواد فان تاب ذھب ذلک السواد وان تمادی فی الذنوب زاد ذلک السواد حتی یغطی البیاض فاذا غطی البیاض لم یرجع صاحبہ الی خیر ابدا وھو قول اللہ عزوجل " کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون

کافی، ص ۵۱۰

مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ تائب ہو جائے اور باز آکر مغفرت چاہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ اور اگر گناہ زیادہ کرے تو وہ داغ بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ (ترجمہ) نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں نے زنگ چڑھا دیا ہے۔

کوئی بندہ ایسا نہیں جس کا دل روشن نہ ہو۔ پھر جب وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس سفید حصے میں سیاہی آجاتی ہے۔ پھر اگر وہ تائب ہو جائے تو وہ سیاہی دور ہو جاتی ہے اور اگر وہ مسلسل گناہ کیے جائے تو وہ سیاہی اتنی پھیل جاتی ہے کہ سفیدی کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب وہ سفیدی کو ڈھانپ لیتی ہے تو وہ بدکار کبھی نیکی کی طرف رجوع نہیں کرتا اور یہی مطلب ہے اس ارشادِ خداوندی کا کہ (ترجمہ) نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں نے زنگ چڑھا دیا ہے۔

عبادات

(صلوٰۃ)
تلاوت بے غور اور عبادت بے فکر

(علی) الالاخیر فی قرأۃ لیس فیہا تدبر ولا فی عبادۃ لیس فیہا تفقہ ......

رزین و دارمی

سُن لو کہ جس قرأت میں تدبر نہ ہو اور جس عبادت میں تفقہ نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں

(علی) الالاخیر فی علم لیس فیہ فہم الالاخیر فی قرأۃ لیس فیہا تدبر الالاخیر فی عبادۃ لیس فیہا تفکر

کافی، ص ۱۹

سُن لو کہ جس علم میں فہم نہ ہو اور جس قرأۃ میں تدبر نہ ہو اور جس عبادت میں تفکر نہ ہو وہاں کوئی خیر نہیں۔

ترکِ صلوٰۃ

(بریدہ) مرفوعاً: العہد الذی بیننا وبینہم الصلوٰۃ فمن ترکہا فقد کفر (ترمذی (ایمان)، نسائی (صلوٰۃ)، ابن ماجہ (اقامۃ وفتن)

ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان صرف نماز کا فرق ہے لہذا جو اسے چھوڑ بیٹھے وہ مرتکب کفر ہوگا

(ابوعبداللہ) مرفوعاً: ...... من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد بریٔ منہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ ...

(کافی، ص ۷۰۱)

جو نماز کو قصداً چھوڑ بیٹھے گا تو اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

فنا فی اللہ

(ابوہریرہ) مرفوعاً: ان اللہ قال من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الیّ مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت

(ابوعبداللہ) مرفوعاً: قال اللہ عزوجل من اہان لی ولیا فقد ارصد لمحاربتی وما تقرب الیّ عبد بشیٔ احب الیّ مما افترضت علیہ وانہ لیتقرب الیّ بالنافلۃ حتی اُحبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ

سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ
التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سألنی
لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت
عن شیٔ انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت
وانا اکرہ مساءتہ

بخاری (رقاق)

اللہ کا کہنا تو یہ ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے
گا اس سے میں جنگ کا اعلان کروں گا۔ میں نے اپنے
بندے پر جو کچھ فرض کیا ہے اس سے زیادہ کوئی ایسی
شے مجھے محبوب نہیں جس کے ذریعے بندہ میرا قرب
حاصل کرے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے بھی میرا
قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے
محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اس سے محبت کرتا
ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا
ہے۔ اس کی آنکھ بھی جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا
ہاتھ بھی جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بھی جس
سے وہ چلتا ہے۔ وہ جب مجھ سے مانگے تو میں اسے
ضرور دوں گا اور جب مجھ سے پناہ چاہے تو ضرور
پناہ دوں گا۔ اور جو کام بھی مجھے کرنا ہوتا ہے اس سے
مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح قبض کرتے
وقت ہوتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں
اس کی ناپسندیدگی کو ناپسند کرتا ہوں

الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ولسانہ الذی
ینطق بہ ویدہ التی یبطش بہا ان دعانی اجبتہ و
ان سألنی اعطیتہ وما ترددت عن شیٔ انا فاعلہ
کترددی عن موت المومن یکرہ الموت واکرہ
مساءتہ

کافی ا ص ۳۴۲ ھ

اللہ کا کہنا ہے کہ جو میرے کسی ولی کی اہانت کرے وہ
مجھ سے جنگ کرنے کی تیاری کرتا ہے۔ اور میں نے
بندے پر جو کچھ فرض کیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی شے
مجھے اتنی پسندیدہ نہیں جس سے وہ میرا قرب حاصل کرے
اور وہ نفلوں کے ذریعے بھی میرا قرب حاصل کرتا ہے
یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور
جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان
بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ
بھی جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کی زبان بھی جس
سے وہ بولتا ہے اور اس کا ہاتھ بھی جس سے وہ پکڑتا
ہے۔ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں
اور جب سوال کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہوں۔ اور
جو کام مجھے کرنا ہوتا ہے اس سے مجھے اتنا تردد
نہیں ہوتا جتنا مومن کی موت سے ہوتا ہے۔ وہ
موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسندیدگی
کو ناپسند کرتا ہوں

زکوٰۃ

پیداوار کی زکوٰۃ

(ابن عمر) مرفوعاً: فیما سقت السماء والعیون او
کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر
بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، موطا (کلہم فی الزکوٰۃ)
جس کھیت کو آسمان (بارش) یا چشمے سیراب کریں یا وہ
کشت بارانی ہو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور
جسے اونٹوں (یا دوسرے چوپایوں) کے ذریعے
سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔

(احدھما)[1] مرفوعاً: الزکوٰۃ فیہا العشر فیما سقت السماء
او کان سیحا ونصف العشر فیما سقی بالغرب والنواضح
استبصار ۲/۱۴، تہذیب ۱/۳۵۴
جس کھیتی کو آسمان (بارش) یا قدرتی بہتا پانی سیراب
کرے اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس کو چرس یا
اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جائے اس میں
بیسواں حصہ ہے۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ

(علی) مرفوعاً: اذا کانت لک مأتا درہم وحال
علیہا الحول ففیہا خمسۃ دراہم ولیس علیک شئ
فی الذہب حتی یکون لک عشرون دینارا و
حال علیہا الحول ففیہا نصف دینار......
ابوداؤد (زکوٰۃ)
اگر تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور اس پر
ایک سال گزر جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ
ہو گی۔ اور سونے پر اس وقت تک زکوٰۃ نہ ہو گی جب
تک تمہارے پاس بیس دینار نہ ہو جائیں۔ پس اگر

(ابوجعفر و ابوعبداللہ) لیس فیما دون العشرین
مثقالا من الذہب شئ فاذا کملت عشرین مثقالا
ففیہا نصف مثقال.....
استبصار ۲/۱۲، تہذیب ۱/۳۴۹، کافی ۱/۱۴۵
(م) ..... وفی الدراہم فی کل مائتی درہم
خمسۃ دراہم
استبصار ۲/۱۲، تہذیب ۱/۳۵۰، کافی ۱/۱۴۵
(ابوعبداللہ) .... کذلک الرجل لا یؤدی عن
مالہ الا ما حال علیہ الحول

استبصار ۲/۱ (بشرطیکہ زیادہ واپس کرنے کی شرط نہ ہو) ورنہ وہ ربا ہو جائے گا۔

...ہمارے پاس بیس دینار ہو جائیں اور اس پر سال ...ہو جائے تو نصف دینار زکوٰۃ ہوگی

استبصار ۲/۵، تہذیب ۱/۲۵۰

۱۔ بیس مثقال سونے سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جب بیس مثقال پورے ہو جائیں تو نصف مثقال اس کی زکوٰۃ ہوگی۔

۲۔ درہم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی

۳۔ اسی طرح آدمی اپنے اسی مال کی زکوٰۃ دے گا جس پر سال گزر چکا ہو

گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ ہے

(جابر) مرفوعا: فی الخیل السائمۃ فی کل فرس دینار (اوسط للطبرانی)

چرنے والے گھوڑوں میں ہر ایک پر ایک دینار (سالانہ) زکوٰۃ ہے۔

(ابو جعفر و ابو عبد اللہ) وضع امیر المومنین علیہ السلام[1] ... فی البراذین دینارا (استبصار ۲/۱۲

تہذیب ۱/۲۶۲، کافی ۱/۱۵۱

حضرت علی نے ٹٹوؤں پر ایک دینار زکوٰۃ لگائی تھی

۱۔ آپ نے بڑے اور خوش نما گھوڑوں پر دو دینار زکوٰۃ لگائی تھی۔

۲۔ شیعوں کے ہاں بھی اور سنیوں میں قاضی ابو یوسف کے نزدیک بھی ہاشمی ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ یعنی ہاشمی کے لیے صرف غیر ہاشمی کی زکوٰۃ ناجائز ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح ہے۔ ہر شخص کی زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کے اول مستحقین اس کے ذوی القربیٰ ہیں۔ قرآن کا بھی یہی حکم ہے اور ذوی القربیٰ تمام دوسری اصناف یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل وغیرہ پر مقدم ہیں۔ لہذا ہاشمی کی زکوٰۃ کے بھی اول مستحقین دوسرے ہاشمی ہی ہیں۔

تمہارے پاس بیس دینار ہو جائیں اور اس پر سال گزر جائے تو نصف دینار زکوٰۃ ہوگی

استبصار ۲/۹ ، تہذیب ۱/۲۵۰

۱۔ بیس مثقال سونے سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جب بیس مثقال پورے ہو جائیں تو نصف مثقال اس کی زکوٰۃ ہوگی۔

۲۔ دراہم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی

۳۔ اسی طرح آدمی اپنے اسی مال کی زکوٰۃ دے گا جس پر سال گزر چکا ہو

گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ ہے

(جابر) مرفوعا: فی الخیل السائمۃ فی کل فرس دینار (اوسط للطبرانی)

چرنے والے گھوڑوں میں ہر ایک پر ایک دینار (سالانہ) زکوٰۃ ہے۔

(ابو جعفر و ابو عبداللہ) وضع امیر المومنین علیہ السلام[1] ... فی البراذین دینارا (استبصار ۲/۱۲

تہذیب ۱/۲۶۶ ، کافی ۱/۱۵۰

حضرت علی نے ٹٹوؤں پر ایک دینار زکوٰۃ لگائی تھی

۱۔ آپ نے بڑے اور خوش نما گھوڑوں پر دو دینار زکوٰۃ لگائی تھی۔

۲۔ شیعوں کے ہاں بھی اور سنیوں میں قاضی ابو یوسف کے نزدیک بھی ہاشمی ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ یعنی ہاشمی کے لیے صرف غیر ہاشمی کی زکوٰۃ ناجائز ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح ہے۔ ہر شخص کی زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کے اول مستحقین اس کے ذوی القربیٰ ہیں۔ قرآن کا بھی یہی حکم ہے اور ذوی القربیٰ تمام دوسری اصناف یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل وغیرہ پر مقدم ہیں۔ لہذا ہاشمی کی زکوٰۃ کے بھی اول مستحقین دوسرے ہاشمی ہی ہیں۔